آپ نے یہ جو اعتراض کیا ہے کہ نطفہ کے ذریعہ سے والدین کے جسمانی و ذہنی عیوب و نقائص کا انتقال اولاد میں ہونا ناانصافی ہے، دراصل اس کی اساس بھی کائنات کے مجموعی نظم و مفاد کو نظرانداز کرکے غور کرنے پر ہے۔ اچھا اب فرض کیجیے کہ آپ کا مجوزہ انصاف دنیا میں نافذ کردیا جائے اور بیج کے اثرات سے پودے کو اور نطفہ کے اثرات سے حیوانی بچوں کو آزاد کردیا جائے تو نتیجہ کیا ہوگا؟ یہ کہ گندم سے جو اور جو سے گندم پیدا ہونے لگے۔ گدھے سے خرگوش اور اونٹ سے مینڈک اور مچھلی سے آدمی پیدا ہونے شروع ہوجائیں۔ باپ کی ٹانگیں دو تھیں، بچے کی چھ ہوگئیں۔ ماں کی ناک چہرے پر تھی، بیٹے کی پیٹھ پر جا لگی۔ دادا کے تمام جسم پر بال تھے اور پوتے صاحب ایک روئیں سے بھی محروم ہیں۔ کسی کا قد بارہ فٹ ہو اور کسی کا چھ انچ۔ کوئی گوشت خور درندوں کی صفات لے کر پیدا ہو اور کوئی گھاس کھانے والا چوپایہ بن کر نکلے:— قانون توارث کو اگر اس نظام کائنات میں معطل کردیا جائے تو پھر کوئی سے دو جانداروں میں اتنی مشابہت نہ رہے گی کہ انھیں ایک نوع یا جنس میں شمار کیا جاسکے۔ پس اللہ تعالیٰ نے جو قانون نافذ فرمایا ہے بہ حیثیت مجموعی وہی کائنات اور انسانی دنیا کے لیے مفید ہے اور محض چند جزئی ناخوشگواریوں کی وجہ سے اسے غیر حکیمانہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔

ختم قلوب کا مفہوم

سوال:۔ ایک ہندو دوست اسلام کے دروازے پر کھڑا یہ اعتراض کرتا ہے کہ آیت خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ کے ماتحت کوئی شخص راہ ضلالت پر چلتا ہے تو اس کا اپنا کوئی قصور نہیں، بلکہ (نعوذ باللہ) قصور اللہ کا ہے۔ اس صورت میں جزا و سزا بے معنی ہے۔

جواب:۔ قرآن حکیم کے بیان کردہ اصول و سنن پر رائے زنی کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ گہری بصیرت کے ساتھ ان پر تدبر کیا جائے اور قرآن کی ساری تعلیمات کو مجموعی طور پر سامنے رکھ کر آیات کا مفہوم متعین کیا جائے۔ آیت زیر بحث پر جو اشکال وارد کیا گیا ہے وہ انھی شرائط اولیہ کا لحاظ نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ ورنہ ایک صاحب فہم و بصیرت کے لیے اس میں کوئی اشکال نہیں۔

کسی فعل کی نسبت کسی کی طرف مختلف اعتبارات سے ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ نے ہدایت و ضلالت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اس سے مقصود نفس اس فعل کی نسبت نہیں بلکہ اس قانون کی نسبت ہے جو اس نے ہدایت و ضلالت کے لیے بنادیا ہے۔ وہ قانون یہ ہے کہ خدا نے بلحاظ فطرت تمام انسانوں کو یکساں نیکی اور بدی الہام فرمائی ہے۔ بعد میں جو لوگ اپنے اختیار سے نیکی کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کو نیکی کی توفیق عطا فرماتا ہے اور جو لوگ بدی اور سرکشی کی راہیں اختیار کرتے ہیں ان پر بدی کی راہیں فراخ کی جاتی ہیں۔ پھر اگر وہ بدی میں اس قدر آگے بڑھ جاتے ہیں کہ نیکی کی طرف لوٹنے کا امکان ہی باقی نہیں رہتا تو ان سے نیکی کی وہ صلاحیت بھی سلب ہوجاتی ہے جو ان کو ابتداءً فطرت میں عطا ہوئی تھی۔ اسی چیز کو قرآن نے "ختم قلوب" سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ مذکورہ قانون الٰہی کے مطابق واقع ہوتا ہے اور یہ قانون عین حکمت و عدل کے مطابق ہے۔ اور اسی وجہ سے خدا کو حق حاصل ہے کہ وہ لوگوں کو ان کی گمراہیوں پر سزا دے اور نیکیوں پر جزا۔ قرآن میں جہاں خدا کی مطلق مشیت کا بیان ہوتا ہے یا مطلق اضلال کا ذکر ہوتا ہے وہاں اس کی قدرت کاملہ اور اس کے بلاشرکت غیرے تصرف کا بیان مقصود ہوتا ہے۔ اس کی حکمت اور اس کے مذکورہ قانون عدل کی نفی مقصود نہیں ہوتی۔